# حضورِانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز مسجد بیت السلام کی افتتاحی تقریب میں خطاب

اس کے بعد چھ بجکر تیس منٹ پر حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے خطاب فرمایا:

تشہد، تعوّذ اور تسمیہ کے بعد حضورِ انور ایّدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

تمام مہمانوں کو السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ اللہ تعالیٰ سب کو سلامتی سے رکھے۔

یہ مسجد جس کو تعمیر کر کے آج اِس کا افتتاح کر رہے ہیں اِس کا نام جیسا کہ بتایا گیا مسجد سلام ہے اور سلام کا مطلب ہی سلامتی ہے۔ مسلمان اگر حقیقی مسلمان ہیں جب ایک دوسرے کو ملتا ہے غیروں کو بھی ملتا ہے تو اُن کو سلام کہتا ہے۔ پس یہ سلام اور سلامتی اور امن اور پیار کا پیغام جو ہے اگر ایک حقیقی مسلمان اِس کی حکمت کو جانے تو کبھی ہو نہیں سکتا کہ وہ کسی کے خلاف کبھی کوئی ایسی حرکت کرے جو اُسے بلاوجہ نقصان پہنچانے والی ہو۔ بلکہ بلاوجہ ہی نہیں کسی بھی صورت میں نقصان پہنچانے والی ہو۔

پس یہ ہے اسلام کا خلاصہ۔ اِس کو جماعت احمدیہ دنیا میں پھیلاتی ہے اور یہ وہ حقیقی پیغام ہے جو آنخضرت صلی اللہ علیہ وسلم بانی اسلام لے کر آئے تھے اور اگر یہ پیغام ہو تو میں نہیں سمجھتا کہ چھوٹے معمولی مسائل ایسے ہوں جن کی وجہ سے ہماری آپس میں understanding نہ ہو سکے یا ایک دوسرے کو سمجھ نہ سکیں۔

امیر صاحب نے اپنے ایڈریس میں بتایا کہ یہاں مختلف مذاہب کے لوگ رہتے ہیں۔ دنیا میں بیشمار مذاہب پائے جاتے ہیں۔ اور دنیا اب سفر کی سہولتوں کی وجہ سے، میڈیا کی وجہ سے اتنی قریب ہو چکی ہے کہ ایک شہر کی حیثیت اختیار کر گئی ہے۔ صرف یہ قصبہ یا شہر ہی نہیں جہاں مختلف مذاہب کے لوگ ہیں بلکہ یہ قربت اب دنیا میں ہر جگہ اتنی ہو چکی ہے کہ ایک دوسرے کی باتیں، ایک دوسرے کے کلچر، ایک دوسرے کے مذاہب کا دنیا کو پتا چل چکا ہے۔

یہ بھی حقیقت ہے کہ بدقسمتی سے بعض مسلمان گروہوں کے غلط عمل کی وجہ سے اسلام کے بارہ میں جو دنیا کو علم ہوا وہ نہایت شدّت پسند ہونے کا ہے جبکہ اسلام جیسا کہ میں نے کہا سلامتی اور امن کا مذہب ہے۔ اور اسی وجہ سے لوگوں میں اسلام کا خوف بھی پیدا ہوا اور یہی وجہ ہے کہ جیسا کہ ہمارے نیشنل امیر صاحب نے کہا کہ یہاں مسجد کی اجازت کے لئے بڑا لمبا عرصہ لمبی ڈسکشنز ہوئیں، میٹنگز ہوئیں پھر جا کر کہیں اجازت ملی۔ اُس کی یقیناً وجہ یہی ہے کہ ایک عمومی تاثر جو اسلام کے بارہ میں پایا جاتا ہے اُس کی وجہ سے لوگوں کو تحفظات تھے۔ باوجود اِس کے کہ یہ بھی بتایا گیا یہاں تین مساجد پہلے سے موجود تھیں۔ reservations کی وجہ ہونی نہیں چاہئے تھی، تحفظات لوگوں کے ہونے نہیں چاہئے تھے لیکن پھر بھی ہوئے۔ اِس سے یہی نتیجہ نکالا جا سکتا ہے کہ شائد ہم مسلمانوں نے صحیح طرح اسلام کی حقیقت کو یہاں کے رہنے والے مختلف مذاہب کے لوگوں پر واضح نہیں کیا۔ اگر یہ واضح ہوتا تو ہو نہیں سکتا تھا کہ جو شرافت یہاں کے شہریوں میں ہے وہ کسی بھی طرح ایک مسجد کے بنانے میں کسی قسم کی روکیں ڈالتے۔ بہرحال میں مئیر صاحب کا بھی، یہاں رہنے والے لوگوں کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے اِس مسجد کے بننے کی اجازت دی ہے اور آج ہم یہ خوبصورت مسجد یہاں دیکھ رہے ہیں جہاں جماعت احمدیہ کے افراد جمع ہو کر نہ صرف اپنی نمازیں ادا کریں گے بلکہ دُوسری میٹنگز بھی کریں گے جس میں یہاں، جہاں اپنی بہتری کے منصوبے بنائیں گے کہ کس طرح ہم نے اپنے آپ کو بہتر کرنا ہے، کس طرح اپنی اخلاقی حالت کو بہتر کرنا ہے، کس طرح ہم نے اپنے بچوں کی تعلیم کی طرف توجہ دینی ہے وہاں اِس طرف بھی سوچیں گے کہ کس طرح ہم نے علاقہ کے لوگوں کی خدمت کرنی ہے۔

بانی جماعت احمدیہ نے اپنی ایک نظم میں بڑا کھل کے واضح فرمایا ہے کہ میرے آنے کا ایک بہت بڑا مقصد دنیا کی خدمت کرنا بھی ہے۔ پس خدمتِ خلق کرنا ایک بہت اہم کام ہے جو جماعت احمدیہ کے سپرد ہے اور یہ وہ کام ہے جس کی طرف خدا تعالیٰ نے بھی ہمیں توجہ دلائی اِس کی طرف ہمیں بانی اسلام نے بھی توجہ دلائی۔

اگر اسلام کا خلاصہ یا قرآنِ کریم کا خلاصہ دو لفظوں میں بیان کرنا ہو تو وہ یہ ہیں کہ بندہ کو خدا تعالیٰ کے قریب کرنا تا کہ وہ اُس کی عبادت کرنے والا ہو جس کے لئے عبادتگاہیں بنائی جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی جو مخلوق ہے اور اُس میں سب سے بڑھ کر جو انسان ہیں اُن کی خدمت کرنا اور اُن کے حق ادا کرنا۔ پس جب یہ سوچ ہو تو ہو نہیں سکتا کہ کسی کو کسی قِسم کے تحفظات ہوں۔ بہرحال یہ تحفظات لوگوں کے ہیں اور میں سمجھتا ہوں اِس میں یقیناً ہماری طرف سے ہی کمی ہوئی ہوگی جس کی وجہ سے لوگوں کو صحیح طور پر اسلام کی تعلیم کا پتا نہیں چل سکا۔

امیر صاحب نے ایک بات یہ بھی کہی کہ لوگ آج بہت زیادہ ہیں اور اِس سے زیادہ شائد آئندہ رَش نہ ہو اس لئے ٹریفک کے لحاظ سے لوگوں کو جو concern تھا اُس کی وجہ سے فکر نہیں ہونی چاہئے۔ لیکن میری سوچ یہ ہے کہ لوگ اِس سے بھی زیادہ ہوں لیکن پھر بھی وہ ایسے لوگ ہوں جو یہاں اِس نیت سے آئیں کہ ہم نے کسی بھی لحاظ سے اردگرد کے ماحول کے لئے، لوگوں کے لئے، ہمسائے کے لئے تکلیف کا باعث نہیں بننا۔ اگر ٹریفک کا مسئلہ ہے تو اپنی کاریں کہیں دور parking میں کھڑی کر کے آئیں تا کہ یہاں صرف وہ مقصد پورا ہو جو عبادت کا مقصد ہے اور وہ مقصد پورا ہو جو لوگوں کے حق ادا کرنے کا مقصد ہے اور خدمت کا مقصد ہے۔ پس یہ سوچ اگر ہو گی تو مجھے امید ہے انشاء اللہ تعالیٰ جماعت یہاں بڑھے گی بھی، لوگ زیادہ بھی ہوں گے لیکن اردگرد کے ہمسایوں کو تکلیف نہیں ہوگی۔ ہمسائے کا حق تو اسلام اس حد تک قائم کرتا ہے کہ اگر قرآنِ کریم کی تفسیر دیکھیں اُس سے پتا چلتا ہے کہ علاوہ آپ کے گھر کے ساتھ رہنے والا ہمسائے کے، آپ کے ساتھ کام کرنے والے، سفر کرنے والے بلکہ ایسے لوگ جن سے آپ کی واقفیت ہے وہ سب آپ کے ہمسائے کے زمرہ میں آتے ہیں۔ اور ہمسائیگی کے بارہ میں یہ نہیں کہ محض ایک دو گھر بلکہ بعض وضاحتوں سے ملتا ہے کہ چالیس گھروں تک ہمسائیگی ہوتی ہے۔ اگر اس لحاظ سے دیکھیں تو جماعت احمدیہ کے افراد جو اِس شہر میں مختلف جگہوں میں رہتے ہیں اور پھیلے ہوئے ہیں تمام شہر ہی اُن کا ہمسایہ ہے اور ہمسائے کے حقوق کے بارہ میں بانی اسلام حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے اِس کے بارہ میں اِس قدر تاکید کی گئی ہے کہ ایک وقت مجھے یہ بھی خیال ہوا کہ ہمسائے کو جس طرح حقیقی وارث کا حق دیا جاتا ہے وہ حق نہ دے دیا جائے۔ تو اِس حد تک اسلام ہمسائیگی کی طرف توجہ دلاتا ہے۔

اس مسجد کے بننے کے بعد یہاں آنے والے اور عبادت کرنے والے احمدیوں کا فرض ہوگا کہ اِس ہمسائیگی کا حق ادا کریں اور کسی بھی صورت میں ہمسائے کے لئے کسی قسم کی تکلیف کا باعث نہ بنیں تا کہ اِن لوگوں کو پتہ لگے کہ آپ لوگ جو ہمسائے ہیں (مجھے امید ہے کچھ ہمسائے بھی بیٹھے ہوں گے) کہ احمدی صرف اپنے گھروں کی ہمسائیگی کا حق ادا نہیں کرتے بلکہ اپنی عبادتگاہ کی ہمسائیگی کا بھی حق ادا کرنے والے ہیں اور تعداد بڑھنے کے باوجود زیادہ رَش ہونے کے باوجود کسی بھی قِسم کا ٹریفک کا مسئلہ یا کسی قِسم کے شور شرابہ کے مسئلہ یا لوگوں کے لئے پریشانی کا مسئلہ پیدا نہیں ہوگا۔

مئیر صاحب نے بھی خطاب فرمایا اور مجھے بڑی خوشی ہوئی جیسا کہ میں نے کہا کہ مسجد سلام کے نام کی انہوں نے وضاحت بھی کی۔ اب سلام جو عربی کا لفظ ہے اُس کے معنی کا یہاں کے لوگوں کو بھی پتا لگ گیا ہے اور میں امید کرتا ہوں کہ جوں جوں اِس مسجد کا تعارف بڑے گا جس طرح یہاں آنے والے لوگ عبادت کی طرف توجہ کریں گے اور اُن کی تعداد بڑھے گی یہ سلامتی کا لفظ مزید ابھر کر لوگوں کے سامنے آئے گا اور اِس کے معنی مزید کُھل کر لوگوں کو پتا چلیں گے۔

میں نے جیسا کہ پہلے بھی کہا کہ امن بڑی ضروری چیز ہے اور احمدیوں کا کام ہے کہ معاشرہ کے امن کو قائم کریں۔ جیسا کہ میں نے خلاصہ بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کے بعد اگر بندے ایک دوسرے کے حق ادا کریں تو پھر امن قائم ہوتا ہے۔

کسی نے مجھ سے پوچھا کہ امن کس طرح قائم ہو سکتا ہے؟ اُس کی کیا تعریف ہے؟ کس طرح define کریں گے؟ میں نے کہا میرے خیال میں تو امن کی تعریف یہ ہے کہ ہر شخص دوسرے شخص کا حق ادا کرنے والا ہو، بجائے اپنے حق کا مطالبہ کرنے کے دُوسرے کو حق دینے والا ہو۔ جب ہر ایک دُوسرے کو حق دینے والا ہوگا تو یہ ہو نہیں سکتا کہ کوئی کسی کا حق غصب کرنے والا ہو۔ کسی کو نقصان پہنچانے والا ہو۔ بلکہ ایسا معاشرہ قائم ہوگا جو حق دینے والا ہوگا اور یہی وہ معاشرہ ہے جو ایک حقیقی مسلمان کو قائم کرنا چاہئے اور یہی وہ معاشرہ ہے جس سے ہم احمدی مسلمانوں سے توقع رکھی جانی چاہئے اور مجھے امید ہے کہ احمدی مسلمان اِس طرف توجہ دیں گے۔

مسٹر تھامس نے اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ انہوں نے اِس بات کا بھی ذکر کیا کہ ایک سال میں ہم نے جرمنی میں بہت کچھ دیکھا۔ یقیناً یہاں refugees کی ایک بہت بڑی تعداد اس ملک میں آئی اور اتنی تعداد میں آئے کہ حکومت کو سنبھالنا مشکل ہو گیا۔ اسی لئے حکومت نے مختلف تنظیموں کو اور چرچوں کو کہا کہ آپ لوگ اس سلسلہ میں مدد کریں۔ جماعت احمدیہ نے بھی اِس کام میں حکومت کی مدد کی اور بغیر کسی لالچ کے یا بغیر کسی فرق کے کی اور یہ ہمارا فرض تھا۔ جیسا کہ میں نے پہلے بھی کہا کہ خدمتِ خلق کرنا ایک فرض ہے۔

گزشتہ دنوں ہمارا جلسہ سالانہ تھا۔ اُس میں بھی مہمانوں کے ساتھ ایک مجلس تھی میں نے وہاں بھی یہی بتایا کہ یہ سال جرمنوں کے لئے refugees کی وجہ سے بہت اہم سال تھا۔ پہلے ان کے حالات دیکھ کر ان کے ساتھ جو نرم رویّہ تھا اب اُن کے عمل کی وجہ سے اکثریت کے یا بہت بڑی تعداد کے نظریات بالکل بدل گئے ہیں جو یہ چاہتے تھے کہ حکومت کی پالیسی صحیح ہے کہ refugees کو آباد کیا جائے اُن میں سے بہتوں نے اب اِس بات پر زور دینا شروع کر دیا کہ refugees کو ہمیں یہاں نہیں آنے دینا چاہئے کیونکہ ان کی وجہ سے بعض واقعات ہو گئے۔ کولون میں واقعہ ہوا، ریلوے سٹیشن پہ واقعات ہوئے اور اُس کی وجہ سے جو مقامی جرمن تھے اُن کے لئے پریشانی پیدا ہوئی۔ اس لئے میں تو ہمیشہ یہ کہا کرتا ہوں سویڈن میں ایک جگہ میری سیاستدانوں سے بات ہو رہی تھی میں نے یہی کہا کہ جو refugees ہیں اُن کو بھی اپنے

فرض کو سمجھنا چاہئے اور اخلاق کا مظاہرہ یہ ہے کہ جب ایک مُلک نے اُن کو پناہ دی ہے تو اُس پناہ کا شکر گزار ہوتے ہوئے اُس نظام میں جذب ہونے کی کوشش کرنی چاہئے اور اُس مُلک کے لئے بہتر حالات پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ امن و امان کے لئے بہتر صورتِ حال پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اور حکومت کو بھی اِس حد تک refugees کا حق ادا کرنا چاہئے جہاں تک اُن کے اپنے مقامی لوگوں کے حقوق متاثر نہ ہوتے ہوں۔ اگر مقامی لوگوں کے حقوق متاثر ہونے شروع ہو گئے اور refugees کو ضرورت سے زیادہ مدد دی جانے لگی اور جرمن taxpayer کو یہ احساس ہو جائے کہ ہمارے tax میں سے ہماری رقم میں سے refugees کو پیسہ مِل رہا ہے تو پھر رنجشیں بڑھتی ہیں۔ اور جب رنجشیں بڑھتی ہیں تو اُس کی وجہ سے ایک دُوری پیدا ہوتی ہے بجائے ایک دوسرے کو جذب کرنے کے، ایک دوسرے کو سمجھنے کے دُوریاں زیادہ پیدا ہوتی ہیں اور جب دُوریاں پیدا ہوتی ہیں تو پھر رنجشیں بھی بڑھتی چلی جاتی ہیں۔ پس حکومت کا بھی کام ہے کہ اِس معاملہ میں اپنا کردار ادا کرتے ہوئے دونوں کی طرف توجہ دے اور refugees جو آ رہے ہیں اُن کا بھی کام ہے کہ شکر گزاری کے جذبات پیدا کرتے ہوئے اپنی ذمہ داری کو سمجھیں اور اِس مُلک میں آ کے اِس مُلک کی خدمت کرنے کی کوشش کریں۔ بجائے اِس کے کہ مدد لیں اُن کو فوری طور پر مُلک کی خدمت کے لئے تیّار رہنا چاہئے۔

پھر ایک بات کمشنر صاحب نے یہ کی کہ جرمن بولنی چاہئے۔ مجھے نہیں پتا کہ یہاں جماعت احمدیہ کب سے ہے اور کِس عمر کے لوگ یہاں رہتے ہیں۔ لیکن مجھے یہ معلوم ہے کہ جہاں جماعت احمدیہ کو چند سال ہو چکے ہیں وہاں ہمارے نوجوان بھی، بچے بھی جرمن بولتے ہیں۔ اور اِس حد تک اِس جرمن ماحول میں وہ جذب ہو چکے ہیں کہ بعض دفعہ مجھے نوجوانوں کی بات اردو میں سمجھنے میں دقّت پیش آتی ہے کیونکہ وہ جرمن میں جواب دے رہے ہوتے ہیں۔ ہم تو اِس حد تک اس society میں مدغم ہو چکے ہیں۔ اور زبان یقیناً بڑی اچھی چیز ہے۔ جہاں انسان جاتا ہے وہاں کی زبان بولنی چاہئے۔ بلکہ میں جس مُلک میں بھی جاتا ہوں وہاں کے لوگوں کو یہ خاص طور پر کہتا ہوں کہ زبان سیکھو اور زبان بولو۔ بلکہ ہمارے مشنریز بعض دفعہ جو پاکستان سے آتے ہیں اُن کو زبان میں دقّت ہوتی ہے۔ ہر مُلک میں مَیں کہتا ہوں کہ تُم نے اپنے جمعہ کا خطبہ مقامی زبان میں دینا ہے تا کہ تمہاری زبان بھی صاف ہو اور لوگوں کو صحیح طرح سمجھ آ سکے۔ پس زبان کا جہاں تک سوال ہے یہ انتہائی ضروری چیز ہے کہ کسی بھی مُلک کے معاشرہ میں جذب ہونے کے لئے وہاں کی زبان آنی چاہئے۔ وہاں کے کلچر کا بھی پتا لگنا چاہئے۔ وہاں کی روایات کا بھی پتا لگنا چاہئے اور یہ بڑی ضروری چیز ہے۔ یہ اُنہوں نے بالکل صحیح کہا کہ زبان بولی جانی چاہئے۔ لیکن میری اب تک observation یہ تھی کہ سوائے پُرانے بوڑھے لوگوں کے جن کے لئے زبان سیکھنی ذرا مشکل ہے وہ بھی ٹوٹی پھوٹی جرمن بول لیتے ہیں عموماً ہمارے نوجوان جرمن زبان ہی بولتے ہیں اور ہمارے مشنریز بھی۔ اب تو مشنریز اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہاں کے جامعہ احمدیہ میں تیّار ہو کے qualify ہو کے میدانِ عمل میں آ گئے ہیں۔ جب پہلے یہاں مشنری تیار نہیں ہوتے تھے تو باہر سے مشنری آتے تھے۔ جن کو پھر یہاں کی زبان سیکھنی پڑتی تھی۔ لیکن یہاں کے جو نوجوان لڑکے ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو مشنری بننے کے لئے پیش کیا اور سات سال جامعہ احمدیہ میں تعلیم حاصل کی اُن کی زبان اللہ تعالیٰ کی فضل سے میرے خیال میں بعضوں کی تو بعض مقامی جرمنوں سے بھی زیادہ اچھی زبان ہے کیونکہ زبان کا اُس وقت پتا لگتا ہے جب کسی دُوسری زبان کے لٹریچر کا جرمن زبان میں ترجمہ کیا جائے اور جب ہماری کتابیں ترجمہ ہو کر جرمنوں کو پیش کی جاتی ہیں تو پڑھے لکھے جرمن بہت سارے ایسے ہیں جو زبان دان ہیں وہ اِس بات کی تعریف کرتے ہیں کہ بہت اعلیٰ جرمن ترجمہ کیا گیا ہے۔ پس اِس لحاظ سے ہم پوری طرح مُلک میں integrate ہوتے ہیں۔

پھر integration ہمارے نزدیک یہ ہے کہ جس مُلک میں انسان جائے وہاں زبان کا تو پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ وہاں کی روایات کو بھی سمجھے اور پھر یہ کہ مُلک کی بھلائی کے لئے جو بھی اُس کی صلاحیتیں ہیں اُن کو بھرپور استعمال کرے اور مُلک کی ترقی میں حصّہ لے کیونکہ اِس کے بغیر وہاں کے مُلک کا شہری ہونے کا حق ادا نہیں ہوتا۔ مُلک سے وفا کرے۔ اسلام ہمیں اِس حد تک مُلک سے وفا کرنے کا سکھاتا ہے کہ بانی اسلام حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مُلک سے محبت تمہارے ایمان کا حصّہ ہے۔ اگر مُلک سے محبت ایمان کا حصّہ ہے ایک حقیقی مسلمان جس کو اِس بات پر ایمان ہے کہ ایمان کی تمام شرطیں پورے کئے بغیر وہ اپنے خدا تعالیٰ کا حق ادا نہیں کر سکتا تو وہ یقیناً اپنے مُلک سے محبت کرے گا اور مُلک کی خاطر ہر قربانی کرے گا۔ ہمارے احمدی جرمن فوج میں بھی شامل ہیں۔ دُوسرے شعبوں میں بھی شامل ہیں۔ ریسرچ میں بھی احمدی بڑا کام کر رہے ہیں اس لئے کہ مُلک کی ترقی ہو۔ اس لئے کہ جرمنی کی جو خدمت وہ کر سکتے ہیں وہ کریں۔ کوئی احسان نہیں۔ اس لئے کہ یہ ایک تو اُن کے ایمان کا حصّہ ہے اور یہ اُن کا فرض ہے کہ جرمنی میں رہنے والا ہر وہ شخص جو کہیں سے بھی آیا ہے اور اب جرمن شہری بن چکا ہے وہ مکمل طور پر اپنے آپ کو مُلک کے ساتھ وفا کے تعلق کو قائم رکھتے ہوئے جوڑے اور مُلک کی خدمت کرے۔ پس یہ ہے اصل integration۔ مُلک کی ترقی میں حصہ لو اور مکمل وفا کا تعلق رکھو۔

جہاں تک بعض باتوں کا سوال ہے کہ احمدی عورتوں سے سلام نہیں کرتے تو بہت ساری احمدی عورتیں ہیں اُن کو بھی شکوہ پیدا ہو سکتا ہے کہ مرد ہم سے کیوں زبردستی سلام کروانا چاہتے ہیں۔ یہ کلچر کی بات نہیں ہے۔ بعض باتیں مذہب سے بھی تعلق رکھتی ہیں اور اِس میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے۔ سویڈن میں ایک خاتون جرنلسٹ تھیں انہوں نے وہاں مجھ سے سوال کیا وہاں بھی یہ بڑا ایک issue ہے کہ تم ہاتھ سے مصافحہ نہیں کرتے۔ سلام تو ہم کرتے ہیں ہر ایک کو۔ ہر ایک کو سلامتی بھیجتے ہیں چاہے وہ مرد ہے یا عورت۔ میں نے کہا مصافحہ نہیں کرتے لیکن میں یہ تمہیں بتاتا ہوں کہ اگر تم کسی وقت کسی تکلیف میں ہوگی تو میں تمہاری حفاظت کے لئے پہلے آؤں گا بنسبت تمہارے کسی قریبی کے۔ بس ہماری یہ تعلیم ہے کہ عورت کے حق ادا کرو۔ اسلام نے تو یہ تعلیم شروع میں ہی دی۔ یورپ میں تو یہ تعلیم کچھ دہائیاں پہلے آئی کہ عورت کا حق ہے کہ اگر مرد اُس پر ظلم کرتا ہے تو وہ اس سے طلاق لے لے۔ عورت کا حق ہے کہ اُس کو وراثت میں حصّہ دیا جائے۔ عورت کا حق ہے کہ اُس کو تعلیم حاصل کرنے کی تمام سہولتیں مہیّا کی جائیں۔ اور بے شمار حقوق ہیں بلکہ بانی اسلام صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت ہے بچّوں کی تربیت کرتی ہے اُس کی وجہ سے وہ بچّوں کو جنت میں بھیجتی ہے یا بچّوں کو کہا کہ تمہاری جنت تمہاری ماں کے پاؤں کے نیچے ہے۔ باپ کے پاؤں کے نیچے نہیں، ماں کے قدموں نیچے ہے۔ اس لئے کہ عورت کا ایک مقام ہے۔ عورت وہ ہستی ہے جس نے بچے کی پیدائش کے بعد اُس کو پالا پوسا، بڑا کیا، اُس کی پرورش کی، اُس کے لئے قربانی دی، اُس کی تربیت کی، اُس کے حق ادا کئے۔ پس یہ عورت کا اسلام میں مقام ہے۔ اس لئے اگر یہ کہا جائے کہ ہم نے مصافحہ نہیں کیا یا ہاتھ نہیں ملایا تو یہ میرے نزدیک کوئی ایسی چیز نہیں۔ بعض مذہبی روایات ہوتی ہیں، تعلیمات ہوتی ہیں جن کو دُوسرے کلچر والوں کو بھی قبول کرنا چاہئے۔

اب یہ سوال تو یہاں آ گیا کہ ہم مرد شائد حق ادا نہیں کر رہے لیکن اگر ایک احمدی عورت یہ کہے کہ میں نے مصافحہ نہیں کرنا تو اُس کے لئے پھر کیا جواب ہوگا۔ پس یہ دونوں طرف کی چیزیں دیکھنی ہوتی ہیں اور اصل حق یہ ہے کہ اگر عورت کو ضرورت ہے تو اُس کی حفاظت کی جائے اور اُس کو تمام سہولتیں مہیّا کی جائیں۔ یہ عورت کا اصل حق ہے اُس کو ملنا چاہئے۔ اَور بیشمار حقوق ہیں جیسا کہ میں نے بتایا۔ اب یہ بعض مذہبی تعلیمات کا حصّہ ہیں۔ بیَنن میں امریکہ کی ایک پروفیسر وہاں آئی ہوئی تھیں سائنس کے exchange پروگرام میں اور یہودی تھی۔ وہ مُجھے ملیں اور انہوں نے مجھے کہا کہ ہمارے یہودیت کے مذہب میں مرد سے مصافحہ کرنا جائز نہیں ہے۔ میں نے کہا یہ بڑی اچھی بات ہے ہم بھی یہی کہتے ہیں نہیں جائز ہے۔ لیکن اگر یہاں کوئی یہودی عورت یہ آ کر کہے کہ میں مرد سے مصافحہ نہیں کروں گی یا یہودی مرد کہے کہ ہماری عورتوں سے مصافحہ نہیں کرنا تو بالکل قانون بدل جائے گا۔ قانون ایک ہونا چاہئے۔ فوراً anti-semitism کا قانون لاگو ہو جاتا ہے۔ یہ نہیں ہونا چاہئے۔ جو قانون رکھنا ہے وہ ایک قانون ہونا چاہئے اور وہ یہی ہے کہ انصاف سے ایک دوسرے کو سمجھیں۔ بیشک کسی کو جذباتی ٹھیس نہیں پہنچانی چاہئے۔ پہلے اگر بتایا جاتا ہے کہ یہ ہماری تعلیم ہے اور اُس تعلیم کے مطابق یہ عمل کرتا ہوں تو میرا نہیں خیال کہ کسی کو جذباتی ٹھیس پہنچتی ہو۔ ہاں اگر جذباتی ٹھیس پہنچتی ہے کسی کو وہ انتہائی غلط ہے اور اُس کے لئے ہمیں پہلے سے انتظام کرنا چاہئے اور اگر کسی کو جذباتی ٹھیس پہنچائی ہے تو پھر اُس سے معافی بھی مانگنی چاہئے۔ بہر حال اگر اس وجہ سے بعض عورتوں کو جذباتی ٹھیس پہنچی ہے تو میں اُن سے معذرت کرتا ہوں اور بعض مردوں کو جو احمدی مسلمان نہیں ہیں ہماری کسی احمدی عورت کے ہاتھ نہ ملانے کی وجہ سے جذباتی ٹھیس پہنچی ہے تو میں اِن عورتوں کی طرف سے بھی معذرت کرتا ہوں۔ لیکن ہمیں ایک دوسرے کو ضرور سمجھنا چاہئے۔ اسی طرح ہم دنیا میں امن قائم کر سکتے ہیں۔ اسی طرح امن کی ویسی فضا پیدا ہو سکتی ہے جو ہمیشہ رہنے والی ہو۔ یہ جو عارضی بعض باتیں ہوتی ہیں یہ ایسی نہیں ہوتیں جس کی وجہ سے اِن کو issue بنالیا جائے۔ بہر حال میں امید رکھتا ہوں کہ اس مسجد بننے کے بعد یہاں کے رہنے والے احمدی اسلام کا صحیح پیغام اس مسجد کے ذریعہ سے پھیلائیں گے۔ جہاں اپنی عبادتوں کا حق ادا کریں گے وہاں اپنے ہمسایوں کا بھی حق ادا کریں گے اور پہلے سے بڑھ کر کریں گے۔ عورتوں کا بھی حق ادا کریں گے اور مَردوں کا بھی حق ادا کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق دے۔ ہماری روایت کے مطابق ہم فنکشن کے آخر میں دعا کرتے ہیں۔ اب مَیں دعا کروں گا جو لوگ احمدی ہیں وہ میرے ساتھ دعا میں شامل ہوں گے، جو احمدی نہیں وہ اپنے طور پر جس طرح چاہیں دعا کر سکتے ہیں۔